۵۵واں باب

اتمامِ حجت کا آغاز

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی

۵۹ ۶۹: سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی: [۴۲ — ۲۵: الیہ یرد]

۵۹ اہلِ مکہ کی جسارتِ انکار پر فرشتوں کی حیرت

۶۰ کیوں نہ اللہ نے ہمیں بزور مسلم بنادیا؟

۶۱ نظامِ کائنات کی اللہ کے علم و حکمت پر گواہی

۶۲ علیم و حکیم اللہ نے تمھارے لیے ایک دین بنایا ہے

۶۳ یہ دین کب سے، کیا ہے اور کیوں ہے

۶۵ اے بنی ہاشم! میں تم سے کچھ مانگتا نہیں، عطا کررہا ہوں!

۶۶ قریش کی جانب سے الزامات کی حقیقت

۶۹ دین کی حقیقت کے بعد دنیا کی حقیقت

۷۰ اسلام کا انسانِ مطلوب، جو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تیار کیا

۷۲ اتمامِ حجت کا آغاز

۷۳ اللہ تعالیٰ سے بے حجاب کلام کسی بھی انسان کے لیے ممکن نہیں

۵۵واں باب

اتمامِ حجت کا آغاز

۵۳ ویں باب میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ، سردارانِ قریش کے ایک ایک اعتراض، طریقِ واردات اور پوشیدہ نفسیاتی الجھنوں کو شاہانہ انداز میں — جو رب العالمین ہی کو زیب دیتا ہے زیرِ بحث لائے، اُن کو جھنجوڑا، ملامت کی اور ڈرایا بھی۔ اب عرشِ بریں کی جانب سے روح الامین سُوْرَةُ الشُّوْرٰی لے کر آئے ہیں۔اس سورۃ کے زمانہ نزول پر گفتگو کرتے ہوئے صاحبِ تفہیم القرآن لکھتے ہیں کہ :

"مضمون پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة کے متصلاً بعد نازل ہوئی ہو گی، کیوں کہ یہ ایک طرح سے بالکل اس کا تتمہ نظر آتی ہے۔اس کیفیت کو ہر وہ شخص خود محسوس کرلے گا جو پہلے سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة کو بغور پڑھے اور پھر اس سورۃ کی تلاوت کرے۔ وہ دیکھے گا کہ اس سورۃ میں سرداران قریش کی اندھی بہری مخالفت پر بڑی کاری ضربیں لگائی گئی تھیں،تاکہ مکہ معظمہ اوراس کے گردو پیش کے علاقے میں جس کسی کے اندر بھی اخلاق، شرافت اور معقولیت کی کوئی حِس باقی ہو وہ جان لے کہ قوم کے بڑے لوگ کس قدر بے جا طریقے سے محمد ﷺ کی مخالفت کررہے ہیں، اور ان کے مقابلہ میں آپؐ کی بات کتنی سنجیدہ، آپ کا موقف کتنا معقول اور آپ کا رویہ کیسا شریفانہ ہے۔اس تنبیہ کے معاً بعد یہ سورۃ نازل کی گئی جس نے تفہیم کا حق ادا کردیا اور ایسے دل نشین انداز میں دعوت محمدی کی حقیقت سمجھائی جس کا اثر قبول نہ کرنا کسی ایسے شخص کے بس میں نہ تھا جو حق پسندی کا کچھ بھی مادہ اپنے اندر رکھتا ہو اور جاہلیت کی گمراہیوں کے عشق میں بالکل اندھا نہ ہو چکا ہو۔"

جس طرح اپنے مضامین کے اعتبار سے سُوْرَةُ الشُّوْرٰی ترتیبِ نزول میں سیّد مودودی ؒ کو سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة کا تتمہ محسوس ہوتی ہے، بعض علما کو یہ مکی دور کی آخری سورتوں میں سے ایک نظر آتی ہے جو ہجرت سے متصل ما قبل زمانے میں نازل ہوئی ہے اور یہ نبی ﷺ کی زبانی الوداعی خطاب ہے۔تاہم ہم نے اس کو حٰم السجدہ کے جوڑے کی مانند آگے پیچھے اُترنے والی سورہ جانا ہے یہی اس کی توقیفی ترتیب بھی ہے۔ حٰم السجدہ کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ سیّدنا حمزہؓ کے ایمان لانے کے بعد اور سیّدنا عمرؓ کے ایمان لانے سے قبل نازل ہوئی ہے لہٰذا یہ چھٹے سالِ نبوت کے بالکل آغاز کی سورۃ ہی قرار پاتی ہے نہ کہ مکی دور کی

آخری سورتوں میں سے کوئی ایک۔

اس سورۃ کے بارے میں یہ جاننے کے بعد یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ اہلِ مکہ کو سمجھانے کے کام کا ایک بڑا حصہ مکمل ہو چکا ہے اور اب اتمامِ حجت کا مرحلہ شروع ہے، سیرت النبی ﷺ کے اس جاری مطالعے میں ہم دیکھیں گے اتمامِ حجت کا یہ مرحلہ دعوت کے مرحلے سے زیادہ وقت لیتا ہے، مکہ کو الوداع کہنے میں سات سال سے زاید کا عرصہ لگا لیکن بہر طور یہ مرحلہ شروع ہو گیا۔ دراصل نئے دارالہجرت کی تلاش میں وقت لگا اور پھر مدینے کے صاحبانِ حل و عقد سے معاہدے میں اور پھر ترتیب و حکمت سے مکہ کو خالی کرنے میں تقریباً دو سال کا وقت صرف ہوا۔ اس سات سالہ عرصے کے دوران تین سال تو مقاطعے [۷ نبوی تا ۹ نبوی] کی وجہ سے مقامِ ہجرت کی تلاش رُکی رہی، اگلے دو سال [۱۰ تا ۱۱ نبوی] میں تیزی کے ساتھ مقامِ ہجرت کی تلاش ہوئی، اس میں ہجرت کے لیے مقام تلاش ہوا اور پھر آیندہ دو سال [۱۲ تا ۱۳] نبوی مدینے ہجرت کی تیاری اور ہجرت میں لگے۔

۶۹: سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی: [۴۲ — ۲۵: الیہ یرد]

اس سورہ پر غور کرتے ہوئے پچھلی مرتبہ نازل ہونے والی سورہ اور اُس کا پسِ منظر ضرور پیشِ نظر رہنا چاہیے، اس طرح اندازہ ہو سکے گا کہ کیا موضوعات زیرِ بحث تھے اور منطقی طور پر اب گفتگو کا میدان کیا ہونا چاہیے۔ نبی ﷺ کو خطاب کر کے بات کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے کہ یہ اللہ ہی کا پیغام ہے اور اُسی طرح وحی کیا جا رہا ہے جس طرح پہلے انبیاء پر وحی کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ منکرین کی جرأت پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں اور بتایا جا رہا ہے کہ تمھاری اس جرأت سے آسمان کہیں پھٹ نہ جائے۔ اس کے بعد توحید اور آخرت کی دعوت مختصر اور جامع انداز میں پیش کی گئی ہے۔

اہلِ مکہ کی جسارتِ انکار پر فرشتوں کی حیرت

جس ماحول میں یہ آیات نازل ہو رہی ہیں وہ نظروں میں رہنا ضروری ہے۔ اللہ کا نبی ﷺ اپنی پوری قوت کے ساتھ دعوتِ توحید کو لوگوں تک پہنچانے کی کوشش میں مصروف ہے، لوگوں کی اکثریت بات مان کر دینے کے قطعی موڈ میں نظر نہیں آ رہی ہے، اندیشہ ہے کہ اللہ کا غضب بھڑک اُٹھے، ملائکہ جو عوام کے شرک پر اصرار اور نبی کی تکذیب پر شاہد ہیں، لوگوں کی اللہ کے مقابلے میں اس جرأت پر حیران اور اللہ کے عذاب کا شدید خطرہ محسوس کر کے دو کاموں میں مصروف ہیں: پہلا یہ کہ وہ اُن کے شرک کی تردید میں تسبیح کرتے ہیں کہ اللہ ہر اُس الزام [شرک] سے پاک ہے جو یہ لوگ اُس پر لگا رہے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ اللہ سے لوگوں کی

معافی کی درخواست کر رہے ہیں کہ شاید اُنھیں مہلت ملے تو وہ نبی ﷺ کی دعوت کی طرف پلٹ آئیں۔ وہ اہلِ دنیا کی سلامتی کے لیے دعائیں کر رہے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حٰمٓ، عٓسٓقٓ، اے محمدؐ، تمھارا رب، تمام کائنات اور معاملات پر حاوی ہے اور ہر چیز پر اقتدار اور غلبہ رکھنے والا ہے اور حکمت کے ساتھ اس نظام کو چلانے والا بھی ہے، وہ اُسی طرح اپنا پیغامِ وحی تمھاری طرف بھیج رہا ہے جس طرح تم سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں کی طرف بھیجتا رہا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اُسی کا ہے، وہ اپنی ذات، اپنی قدرت اور اپنے قہر و غلبے کے ساتھ بلند اور عظیم ہستی ہے۔ قریب ہے کہ قیامت واقع ہو اور تمھارے اوپر تنے ہوئے آسمان کے شامیانے اپنی عظمت و مضبوطی کے باوجود پھٹ جائیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مکرم و مقرب فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور زمین والوں کے لیے معافی کی دعائیں کیے جاتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ بہت معاف فرمانے والا اور اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے لیے کچھ دوسرے معبود و کارساز بنا رکھے ہیں، تم ان کو راہِ راست پر لانے کے ذمے دار نہیں ہو۔ وہ اللہ ہی کی نگرانی میں ہیں۔ وہ اُن کے اعمال کو محفوظ کر رہا ہے تاکہ اُن کے اچھے اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا دے ......
.... [مفہوم آیات ۱ تا ۶]

قرآن کے بہ زبانِ عربی ہونے والی بات جو پچھلی تنزیل، حٰمٓ السجدہ میں مذکور تھی مجملاً دوبارہ یاد دلائی جا رہی ہے کہ تکرار ہی تعلیم کا طریقہ ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ لوگوں کو جاننا چاہیے کہ قیامت تو واقع ہو کر رہے گی، اُس روز تمام انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے؛ نیک، جنتوں کے حق دار اور بد، جن کا ٹھکانا دوزخ ہو گی۔

اے نبیؐ، بہ زبانِ عربی یہ قرآن ہم نے تمھاری طرف وحی کیا ہے تاکہ تم شہر مکہ اور اس کے قرب وجوار میں بسنے والوں کو توحید کی دعوت دو، اور موت کے بعد دوبارہ زندگی پا کر جمع کیے جانے والے آخرت کے دن سے ڈرا دو اور اِنھیں آگاہ کیجیے: آخرت کا دن تو آنا ہی ہے، اُس دن ایک گروہ کو انعامات بھری جنت میں جانا ہے اور دوسرے گروہ کو عذابِ آتشِ دوزخ سے دوچار ہونا ہے۔ ....[مفہوم آیت ۷]

کیوں نہ اللہ نے ہمیں بزور مسلم بنا دیا ؟

کفار جو فضول اعتراضات کرتے تھے اُن میں سے ایک یہ تھا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اُس کا انکار نہیں کر سکتے تھے، کیوں نہ اُس نے ہمیں اپنی طاقت سے اپنا مسلم بنا دیا؟ اس اعتراض کا جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ لوگ اپنے اختیار کو کس طرح استعمال کرتے ہیں، جن کا میلان حق کی جانب ہوتا ہے اُنھیں قبول حق کی

توفیق ملتی ہے اور جن کا میلان کفر کی جانب ہوتا ہے انھیں انکار ہی نصیب ہوتا ہے۔ بلاشبہ اللہ کی قدرت میں تھا کہ سب کو مسلم یک سو بنا دیتا لیکن یہ اس کا طریقہ نہیں، وہ آزمانا چاہتا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ تمھارے درمیان دین کے اصول وفروع کے باب میں جس کسی امر پر بھی اختلاف ہے تو اُسے اللہ کی طرف لوٹا دیا جائے، آخری فیصلہ اُسی کو کرنا ہے۔

اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی صحیح عقیدہ وفکر پر متفق کر کے ایک ہدایت یاب قوم[۳۴] [امت] بنا دیتا، مگر وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے دعوتِ حق قبول کرنے کی توفیق دیتا ہے، اور انکارِ حق پر مائل ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار۔ یہ کیسے ناسمجھ ہیں کہ انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کارساز[۳۵] بنا لیے ہیں! اچھی طرح جان لیا جائے کہ کارساز تو بس اللہ ہی ہے، وہی مُردوں کو زندہ کرے گا، وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے نبیؐ انھیں بتا دیجیے کہ: تمھارے درمیان جس کسی بات پر بھی اختلاف ہے، اس کا فیصلہ کرنا اللہ کے ذمے ہے، کہیے کہ: وہ اللہ جس کی طرف میں تم کو پکار رہا ہوں وہی میرا پالن ہار اور مالک ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا، اور تمام معاملات میں رہ نُمائی اور مدد کی طلب کے لیے اسی اپنے مالک کی طرف دیکھتا ہوں۔..........................[مفہوم آیات ۸- ۱۰]

نظام کائنات کی اللہ کے علم وحکمت پر گواہی

زمین آسمان کی پیدایش کے ساتھ انسانوں کے درمیان مرد اور عورت کی دو جنسوں کا ہونا اور پھر ایک طریقے سے تخم ریزی کے ذریعے نسلوں کا تسلسل اور پھیلنا، پھر اسی طور چوپایوں کا پھیلنا تاکہ تمھاری بہت ساری ضرورتیں پوری ہو سکیں، اللہ کے علم وحکمت اور اُس کی قدرت ومشئیت پر گواہی دیتا ہے، اور یہی علم وحکمت ہے جس کی تہہ تک انسانوں کی پہنچ نہیں مگر اس علم اور حکمت کی بنیاد پر وہ علیم وحکیم لوگوں کے درمیان کسی کو مال دار بناتا ہے اور کسی کو غریب اور مفلس، یوں کائنات کا نظام ایک امتحان کے ساتھ جاری ہے۔

---

۳۴ سارے جہاں کے مسلم اپنی وحدتِ فکر کی بنیاد پر ایک قوم ہیں ایک امت ہیں۔

۳۵ قرآن نے یہاں 'ولی' کا لفظ استعمال کیا ہے، جس کا اردو میں موزوں ترین ہم معنی لفظ 'سرپرست' ہے، کام آنے والے 'دوست' کو بھی ولی کہا جاتا ہے۔ دنیا میں سرپرست کا کام ہے کہ اپنے زیرِ سایہ فرد کی ایک محدود دنیاوی دائرے میں بہ حدِ استطاعت کارسازی، حاجت روائی اور مشکل کشائی کرے۔ مافوق الاسباب کارسازی، حاجت روائی اور مشکل کشائی صرف اور صرف اللہ ہی کرتا ہے۔ چناں چہ حقیقی اور مطلق معنوں میں صرف اللہ ہی کی ذات ولی، کارساز، حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔

وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، جس نے تمھارے جسموں سے تمھارے نر و مادہ جوڑے پیدا کیے، اور اسی طرح چوپایوں سے بھی انھی کے ہم جنس جوڑے بنائے، اور اس طریقے سے وہ الٰہ واحد، خالقِ کائنات تمھاری تخم ریزی کرتا ہے۔ اس کی مانند، اُس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے، آسمانوں اور زمین کے خزانے اُسی کی دسترس میں ہیں، علم اور حکمت کی بنیاد پر جسے چاہتا ہے بے حد و حساب مال و متاع دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے متاعِ دنیا [رزق] کو تنگ کر دیتا ہے۔ اُسے اپنے بندوں کے ہر معاملے کا علم ہے۔ [مفہوم آیات ۱۱ تا ۱۲]

علیم و حکیم اللہ نے تمھارے لیے ایک دین بنایا ہے

اسی علم و حکمت کی بنیاد پر جس کا تم زمین و آسمان، اپنی اولاد کی پیدائش اور رزق کی تقسیم میں مشاہدہ کرتے ہو، اللہ نے انسان کے لیے ابتدائے آفرینش سے ایک طریقِ زندگی و عبادت مقرر کیا ہے۔ یہ دین ہر زمانے میں تمام انبیا کے ذریعے اس تاکید کے ساتھ بھیجا جاتا رہا ہے کہ اس میں اختلاف نہ ہو لیکن انسانوں نے علم کے باوجود، باہمی ضدّم ضدّا میں اپنی خود پسندی، خود رائی اور خود نمائی کے باعث اپنے مفادات اور پیٹ پوجا کی خاطر تفرقے برپا کیے اور نئے نئے مذہب نکالے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ اے محمدؐ! اللہ نے تمھارے لیے وہی دین [۳۶] [طریقِ زندگی] مقرر کیا ہے جس کی

---

۳۶ اہلِ مکہ پر بھی اور اُن تمام لوگوں پر جنھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ چلنے کا عہد کر لیا، دین کی حقیقت کو واضح کیا جا رہا ہے۔ دین یعنی طریقِ زندگی، جو عبادات و عادات و اخلاق اور تقریبات سے لے کر معاشرت و معیشت اور صلح و جنگ ہر شعبے کے لیے حدود اور ضابطے عطا کرتا ہے۔ اللہ نے دین اسلام کو پسند فرمایا اور اپنے چنے ہوئے بندوں [اولوالعزم انبیاء و مرسلین علیہم السلام] کے لیے مشروع کیا کہ وہ اس پر چل کر دکھائیں تاکہ اُن کے متبعین اُس پر ہی چلیں، آج وہی دین رسول اللہ ﷺ کو بھی دیا جا رہا ہے اس ہدایت کے ساتھ کہ اس کو قایم کیا جائے، یعنی اپنی ذات پر نافذ کیا جائے پھر دوسروں پر تا آں کہ پورے معاشرے پر وہ جاری و ساری ہو اور سارے ادیانِ باطلہ مغلوب و فنا ہو جائیں۔ نبی ﷺ کو پچھلے سال یہی حکم دیا گیا تھا کہ اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے صرف اُسی [اللہ] کو پکارو خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ سورۃ المؤمن، پچھلے سال کی تنزیلات کے لیے دیکھیے کاروانِ نبوت جلد سوم صفحہ ۱۶۸۔

تلقین اس نے نوحؑ کو کی تھی۔، اور جسے ہم اب ہم تمھاری طرف وحی کر رہے ہیں۔ یہ وہی دین ہے جس کا حکم ہم ابراہیمؑ اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ اس دین کو نافذ کیا جائے اور اس معاملے میں کوئی اختلاف [۳۷] نہ ہو۔ تم جس توحید اور دینِ حق کی طرف مشرکین کو بلا رہے ہو وہ اُنھیں سخت ناپسند ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے قبولِ حق کے لیے چن لیتا ہے، اور وہ انھی کا انتخاب کرتا ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔........ [مفہوم آیت ۱۳]

سابقہ اہلِ ایمان لوگوں میں علم کے باوجود جو بھی تفرقہ رونما ہوا اور باہمی رقابت اور کشاکش کی بنا پر اختلاف پیدا ہوا۔ اے محمدؐ! تمھارے مقابلے میں منکرین جو سرکشی دکھا رہے ہیں اگر تمھارے رب کی طرف سے اِن کے لیے ایک مدتِ متعین تک مہلت مقرر نہ کی گئی ہوتی تو ان کا کام فوراً تمام کر دیا گیا ہوتا۔ اور سابقہ اہلِ ایمان طبقوں میں گم راہی کی وجہ یہ بنی کہ نبیوں کے اولین پیروکاروں کے بعد جو لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کتاب کے بارے میں اور اس کی محکم آیات کے بارے میں ایسے شک میں مبتلا ہیں جو فکر و فہم کو اُلجھا دیتا اور اختلاف کا باعث ہے۔ ....[مفہوم آیت ۱۴]

یہ دین کب سے، کیا ہے اور کیوں ہے

اب مکہ کے اُس ماحول کو ذرا چشمِ تصور سے دیکھیے، جس میں قریش باوجود بات کو سمجھ جانے کے اور ظلم کے ہر ہتھیار کو استعمال کر لینے کے، بات مان کر نہیں دے رہے تھے۔ مومنین کا ایک گروہ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ جا چکا تھا۔ اب ضروری ہے کہ ذرا زیادہ کوشش سے بات کو سمجھایا جائے اور حبشہ کے نصاریٰ کو بھی ذرا مَس کیا جائے۔ قریش مکہ کو بتایا جائے کہ تمھاری حماقت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے نبی اپنا کام نہیں چھوڑ دے گا۔ وہ اس کام کے لیے نبی بنایا گیا ہے کہ پوری استقامت کے ساتھ، دعوتِ توحید اور دعوتِ دین پر جم جائے۔

نبی ﷺ سے کفار کی یہ امیدیں کہ اُسے لالچ دلا کر دین اور دعوتِ دین سے پھیر دیں گی محض قریش کے سرداروں کی جہالت ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ اے قریش! تمھیں راضی کرنے کی خاطر، دینِ ابراہیمی میں جو اوہام و خرافات اور شرکیہ رسومات اور بدعات تم نے شامل کر لی ہیں کیا اللہ کا نبیؐ اُن پر راضی ہو جائے گا، ہر گز نہیں، ایں خیال است و محال است و جنوں!! .... یہ اِن آیات کی تعلیم ہی کا اثر ہے کہ گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال میں رسول اللہ ﷺ کی امت میں شیطان شرک و بدعات، اوہام و خرافات اور رسومات کو داخل کرنے کی سر توڑ کوششیں

---

۳۷ پھوٹ نہ ڈالنا تاکہ مسائل تم میں تفرقہ ڈال کر تمھیں گروہ در گروہ تقسیم نہ کر دیں۔

کرتا رہا مگر آپ ﷺ کے متبعین و صادقین نے ہر جگہ اور ہر دور میں اُس کی شدید مخالفت کی اور دین ہمیشہ خالص ہی رہا، شرک و بدعات سے آلودہ نہ ہو سکا۔ مطالعہ فرمائیے:

> پس اب چوں کہ سابقہ انبیاء [ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام] کے پیرو کاروں کی یہ الجھاؤ والی کیفیت ہو چکی ہے لہٰذا اے محمدؐ، بلا خوفِ لومۃ لائم تم اُسی دینِ خالص کی جانب لوگوں کو دعوت دو، جیسا کہ تمھیں حکم دیا گیا ہے، اس پر جم جاؤ، دعوت کو مقبول بنانے کی فکر میں لوگوں کی خواہشات کا ہر گز کوئی خیال نہ کرو۔ منکرین حق کو گفتگو کے موقع پر صاف بتا دو کہ: اللہ نے جو کچھ کتابوں میں نازل کیا ہے میں اس پر ایمان لایا ہوں [۳۸]۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دعوت کے ذریعے تمھارے درمیان فیصلہ کر دوں [۳۹]۔ اللہ ہی ہمارا بھی رب ہے اور تمھارا بھی ہے۔ ہمارے اچھے بُرے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمھارا اچھے بُرے اعمال تمھارے لیے۔ ہمارے اور تمھارے درمیان کسی بحث و گفتگو کا موقع باقی نہیں رہا ہے [۴۰]۔ ایک روز اللہ ہم سب کو جمع کرے گا، پس اُسی کی طرف سب کو جانا ہے۔ بستی کے سلیم الطبع افراد جو ایمان لا چکے ہیں، اُن کو حق سے پھیرنے کے لیے اللہ کے بارے میں منکرینِ حق کی کٹ حجتیاں اُن کے رب کے نزدیک بالکل فضول ہیں، اُن پر وہ غضب ناک ہے اور آخرت میں اُن کے لیے شدید عذاب مقدر ہے۔........
>
> .... [مفہوم آیت ۱۵ تا ۱۶]

---

۳۸ کتابوں میں تو یہ نازل کیا گیا ہے کہ اگر اہلِ کتاب بعض پر ایمان لا کر دیگر کا انکار کر کے مناظرہ کریں تو یہ روّیہ قابلِ قبول نہیں کیوں کہ جس کتاب کی طرف یہ لوگ دعوت دیتے ہیں اور جس رسول کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، اس کی صداقت کی شرط یہ ہے کہ وہ اس قرآن کی اور اس کو لانے والے کی تصدیق کرتا ہو۔

۳۹ یعنی تم نے دینِ ابراہیمی میں، خاص طور سے حرم کی تولیت اور حج و عمرے کے حوالے سے جو شرک و بدعات داخل اور رائج کر لی ہیں اُن کے خاتمے کا فیصلہ کر دوں۔

۴۰ گزشتہ دو برسوں میں [کوہِ صفا پر اعلان کے بعد] بات اتنی تفصیل سے سمجھا دی گئی ہے کہ مزید کسی حجت اور بحث و مباحثہ کا موقع نہیں رہا ہے، تاہم جب تک اللہ کا نبی اس شہر میں موجود ہے اور اللہ کی جانب سے دعوت کے مقام یعنی شہرِ مکہ کو چھوڑنے کا اِذن نہیں ملتا، موقع بہ موقع تذکیر اور انذار کی آیات آتی ہی رہیں گی۔ اللہ تمام معاملات کی حکمت کو جاننے والا ہے اور اُس کا یہ طریقہ ہے کہ اتمامِ حجت بدرجہ کمال میں ہو، ورنہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بظاہر شہر چھوڑ دینے کا حکم دینے یا عذاب نازل کر دینے میں مزید کسی انتظار کی ضرورت نہیں اور یہی بات آیاتِ قرآنی دہرا رہی ہیں مگر کامل اتمامِ حجت اور شہر چھوڑ دینے کے حکم میں مزید چھ، سات سال لگے۔

لوگو سنو! وہ اللہ ہی ہے جس نے قولِ فیصل کے ساتھ یہ کتاب اور میزان[41] نازل کی ہے، اور تمھیں کیا خبر کہ جس فیصلے والی آخرت کی گھڑی کا تم انکار کرتے ہو اور مذاق اڑا رہے ہو، شاید وہ قریب ہی آ لگی ہو۔ کیسا عجیب معاملہ ہے کہ جو اس گھڑی پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی مچا رہے ہیں، اس کے برعکس جو لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں وہ اس کے خوف سے لرزاں و ترساں ہیں اور جانتے ہیں کہ یقیناً وہ تو آنی ہے سو آنی ہے۔ اچھی طرح جان لو، جو لوگ قیامت کی گھڑی کے بارے میں شک ڈالنے والی باتیں بنا رہے ہیں وہ بہت دور کی گم راہی پر چل پڑے ہیں۔

اللہ اپنے بندوں پر نہایت ہی مہربان [لطیف] ہے جس کو جو کچھ چاہتا ہے، عطا کر دیتا[42] ہے، جان لو کہ وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ جو کوئی آخرت کی کام یابی پر نظریں جماتا ہے اس کے حصول میں ہم اُسے اعمال کی جزا میں افزدنی [بڑھوتری] کی برکت سے نوازتے ہیں، اور جو محض دنیا کے مال ومتاع وعزت وجاہ کا طالب ہوتا ہے اسے دنیا ہی میں سے کچھ دے دیتے ہیں مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ .... [مفہوم آیت ۱۷ تا ۲۰]

اے بنی ہاشم! میں تم سے کچھ مانگتا نہیں، عطا کر رہا ہوں!

مکہ میں رائج تمدن کے مطابق رشتہ داری کا حق تمام حقوق پر مقدم ہوتا تھا۔ قبیلے کے بڑوں کا اپنے چھوٹوں کو تحفظ دینا وہ خواہ پسندیدہ ہوں یا ناپسندیدہ[43] لازمی جانا جاتا تھا۔ اسی طرح اپنے قبیلے کے لوگوں یا اپنے رشتہ داروں سے نیکی کرنا اعلیٰ درجے کا کام اور انتہائی اعلیٰ ظرفی شمار ہوتا تھا، یہی وجہ تھی کہ باوجود ایمان نہ لانے کے چچا ابو طالب اور چچا عباس، آپؐ کی دل اور جان سے حفاظت فرماتے تھے۔ تمدن کے اسی اصول کے تحت ابو لہب

---

۴۱ کتاب تو ظاہر ہے قرآن مجید ہے، میزان سے مراد اللہ کی شریعت ہے جو کتاب و سنت کی رہ نمائی میں قیاسِ صحیح اور عقلِ راجح کے ذریعے عدل و تعبیر ہے جو ترازو کی طرح تول کر صحیح اور غلط، حق اور ناحق کا فرق واضح کر دیتی ہے۔

۴۲ دل کے بھیدوں سے واقف اور بے پایاں بخشش کرنے والا [لطیف] اللہ بزرگ و برتر، جس کو چاہتا ہے، وہ کچھ عطا کر دیتا ہے جس کا دلوں میں کبھی خیال بھی نہیں گزرا ہوتا۔ یہ اُس کے لطف و کرم ہی کا مظہر ہے کہ بنی اسماعیل میں سے اُٹھایا گیا اللہ کا رسول، ابراہیم □ کے بسائے ہوئے شہر مکہ میں دعوتِ توحید کا آوازہ بلند کیے ہوئے ہے۔

۴۳ جیسے کوئی بھدی سی ناک یا خوف ناک چھوٹی بڑی آنکھیں رکھنے والا اُن کو کبھی کاٹ کر نہیں پھینکتا۔ اور اپنے جسم کے ہر حصے کی حفاظت کرتا ہے۔

کواور قریش کو نبی ﷺ سے شکایت تھی کہ آپؐ نے اپنے قبیلے [بنو ہاشم] اور سارے رشتہ داروں [44] کو سخت آزمایش اور تکلیف میں مبتلا کیا ہے۔ اس نئے دین سے قریش کا دین متعارض ہے، قریش کے تمام سرداروں کی سرداری خطرہ میں ہے۔ قرآن کی آنے والی آیات اسی اعتراض کا جواب دیتی ہیں کہ یہ دنیا کی زندگانی اور یہاں کی سرداری سب بے حقیقت ہیں اصل کام یابی آخرت کی کام یابی ہے اللہ اپنے نبیؐ کی زبانی کہلوا رہا ہے کہ: تم لوگوں کو یہ احساس نہیں ہے کہ اللہ کے دین [طرزِ زندگی، طریقِ عبودیت اور تمدن] کو چھوڑ کر غیر اللہ کے بنائے ہوئے دین کو اختیار کرنا اللہ کے مقابلے میں کتنی بڑی سرکشی ہے، جس کے نتیجے میں، اے میرے رشتہ دارو، اے قریش کے لوگو! تم جہنم کا ایندھن بننے والے ہو۔ میں تم پر کوئی مصیبت نہیں لایا، میں تو سراسر رحمت ہوں، مجھ سے زیادہ کسی نے اپنے قبیلے اور رشتہ داروں سے ایسی نیکی نہ کی ہوگی، یہ باتیں آپ کی جانب سے احادیث میں تو مذکور ہیں ہی، یہاں اللہ تعالیٰ خود آپ سے قرآن میں کہلوا رہے ہیں کہ: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ میں تم لوگوں سے شب و روز کی اِس محنت کے عوض کسی بھی اجرت کا طلب گار نہیں ہوں، میں تو محض رشتہ داری کی وجہ سے تمھاری خیر خواہی کا حق ادا کر رہا ہوں۔

بعض لوگوں نے قرآن مجید کے اس فقرے سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ: ویسے تو میں تم سے کسی بھی نوعیت کی کوئی اجرت تو نہیں طلب کرتا مگر بس ایک چھوٹا سا کام، ذرا سی زحمت اور favour چاہیے وہ یہ کہ میرے رشتہ داروں [45] اور اُن کی آنے والی نسلوں کی عزت کرنا، محبت کرنا، اُن کے آگے جھکے رہنا اور تا قیامت اُن کی قیادت کو تسلیم کرنا۔ یہ مطلب قرآن کے اس قطعی دعوے کے خلاف ہے جس کے مطابق ہر نبی نے ایک پکار پکاری ہے وہ یہ کہ: میرا سارے کا سارا اجر اللہ کے ذمے ہے میں تم سے کچھ بھی طلب نہیں کرتا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ نبوت کے اِس چھٹے سال میں جس وقت یہ سُوْرَة نازل ہو رہی ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ بھی طے نہیں ہوا ہے۔

قریش کی جانب سے الزامات کی حقیقت

اِن منکرینِ حق کا کیا معاملہ ہے؟ کیا ان کے نزدیک اللہ کی ہم سر کچھ دوسری ہستیاں ہیں جنھوں نے ان کے لیے وہ شریعت و قانون بنایا ہے جس کی اللہ نے کوئی اجازت نہیں دی [46]؟ اگر اتمامِ حجت ہونے کے لیے فیصلے کی

44 قریش کے تمام قبیلوں میں آپ ﷺ کی گہری رشتہ داریاں تھیں۔ آپ کی ننھیال، آپؐ کی پھوپھیوں کی سسرال، والد کی سسرال پھر خود آپ کی سسرال، سارے قریش کو آپ کا رشتہ دار بناتی تھیں۔

45 یہ رشتہ دار بھی صرف ایک ہی بیٹی، داماد اور اُن سے نواسوں اور اُن سے چلنے والی اولاد پر مشتمل ہیں!

46 اس آیت میں شرکا سے مراد وہ انسان یا انسانی گروہ ہیں جن کو لوگوں نے اللہ کے حقِ دین و شریعت میں

مدت پہلے ہی سے تیرے رب کی جانب سے نہ طے کر دی گئی ہوتی توان ناب کاروں کا کام ابھی تمام کر دیا جاتا۔ بلاشبہ
ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اُس دن تم ان کو دیکھو گے کہ وہ اپنے انجام سے ڈر رہے ہوں گے جو اُن

شریک مان لیا ہے، جن کے تشکیل دیے ہوئے نظریات اور فلسفوں کو دل سے قبول کرتے اور جن کی وضع کردہ تہذیب و تمدن کو، معاشرتی قدروں اور معاشی اصولوں کو مانتے ہیں گویا یہی وہ طریقِ زندگی [دین] ہے جو پسندیدہ ہے اور یہی وہ ضابطے [شریعت] ہیں جن کی حدود میں مذہب کی عمل داری ہے۔ یہ ایسا ہی شرک ہے جیسا غیر اللہ کو سجدہ کرنا اور غیر اللہ سے دعائیں مانگنا ہے۔ فسّاق و فجار تو کجا علمائے یہود و نصاریٰ [احبار اور رہبان] کو بھی شریعت سازی کے حق دینے کے جرم میں کہا گیا کہ یہود و نصاریٰ نے اُنھیں الٰہ بنالیا ہے۔

اِس مقام پر قاری کے ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ اس نوع کے شرک کا ظہور دورِ نبوت ﷺ میں مکے کے اُس معاشرے میں کہاں تھا جس کی یہ پر زور نفی ہے؟ اس کتاب 'کاروانِ نبوت' کی سابقہ تینوں جلدوں میں یہ بات بالصراحت بیان کی گئی ہے کہ اکابرینِ مکہ کی جانب سے نبی ﷺ کی اصل مخالفت کا سبب، آپ کا اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلانا نہیں تھا۔ جہاں سینکڑوں الٰہان [باطل] پوجے جارہے تھے محمد ﷺ کے مزید ایک معبود کے پوجنے سے اُن کا کیا بگڑتا، بات تب بگڑنی شروع ہوئی جب:

- آپؐ نے اوّلاً دیگر تمام اِلٰہان کو باطل قرار دیا اور ابراہیمؑ کے دین سے متصادم قرار دیا، پھر
- ثانیاً آپؐ نے اپنے آپ کو ابراہیمؑ کے صحیح جانشین ہونے کی حیثیت سے پیش کیا،
- ثالثاً آپؐ نے عبادات اور معاشرت کے نئے آداب اپنے متبعین کو سکھانے شروع کیے،
- رابعاً جب مخاطبین یہ سمجھ گئے کہ آپؐ کی رسالت کو تسلیم کرنے کا مطلب دیگر تمام قیادتوں کی معزولی اور نبی ﷺ کی اس منصب پر سرفرازی ہے —— اور سب سے آخر میں
- خامساً یہ کہ ایک نئے دین و شریعت کی صورت گری کی ابتدا ہو گئی۔

یہ پانچوں چیزیں مل کر اس بات کا اعلان تھیں کہ اے قریش کے سردارو، تم سے قیادت و سیادت اور حقوقِ قانون سازی اور تہذیب و تمدن کی تشکیل کے اختیارات چھیننے جارہے ہیں، تمھاری قیادت کے ساتھ تمھارے تمدن کو بھی معزول کیا جارہا ہے، اس پس منظر میں قرآن کی یہ آیات برمحل ہیں.......... یہ وہ خدائی ہے اور یہ نوعیت ہے اُس شرک کی جن کی پر زور نفی کی گئی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ دیکھیں گے قرآن میں اس شرک کے خلاف گفتگو میں اور رسول اللہ ﷺ کی انسدادِ شرک کی مہم میں بھی شدت آتی چلی گی۔

کے اعمال کی بدولت اُن پر مسلط ہو کر رہے گا! ہاں البتہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور اعمالِ صالحہ پر کاربند ہیں وہ جنت کے باغیچوں میں ہوں گے، ہر من چاہی چیز اپنے رب کے پاس پائیں گے، یہی وہ عظیم انعام و فضل ہے جو کسی کو کبھی مل سکتا ہو۔ یہ ہے وہ اعلیٰ ترین کامیابی جس کی بشارت اللہ اپنے فرماں بردار بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ اے نبیؐ! اپنے مخاطبین سے کہیے کہ: میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں رشتہ داروں کو [قریش کو] آخرت کے عذاب اور رسوائی سے بچانے کے لیے قرابت کا حق ادا کر رہا ہوں، جو کوئی نیکی کرے گا تو ہم اس کی نیکی کی قدر Quality میں خوب اضافہ کر دیں گے۔ بے شک اللہ بڑا معاف کرنے اور خوب قدر افزائی کرنے والا ہے۔.......................[مفہوم آیات ۲۱ تا ۲۳]

قریش کے سامنے نبی ﷺ سے اُن کی دعوت کا مقدمہ صحیح تناظر میں پیش کروانے کے بعد اُن کو شرم دلائی جارہی ہے کہ آخر کس منہ سے وہ اللہ کے رسولؐ پر نبوت کے جھوٹے دعوے کا الزام لگا رہے ہیں۔ اپنی سرداریاں بچانے کی خاطر انھوں نے جھوٹ کا سہارا لیا، خود فریبی میں مبتلا ہو کر عالم فریب بن رہے ہیں۔ اللہ کی کھلی کھلی دل نشین آیات اُن کے دل و دماغ میں کوئی جگہ نہیں پا سکی ہیں تو اب یہ کور مغز گمان کر رہے ہیں کہ نبی نعوذ باللہ جھوٹا ہے۔ اندھوں نے سارے جہان کو اندھا گمان کیا ہے، ہر گز نہیں اللہ نے آپؐ کے قلب کو قبول حق کے لیے کشادہ رکھا، چناں چہ نبوت ملی تو دل اور جان سے آپ نے قبول کی۔ اس بیان کے بعد بڑی دردمندی سے خالق اپنی نادان مخلوق کو پکارتا ہے کہ نادانو! نفس کی بندگی سے واپس میری طرف پلٹ آؤ میں توبہ قبول کرنے والا ہوں۔

یہ لوگ کیا ہی بے شرمی کی بات کہتے ہیں کہ محمدؐ نے اپنی نبوت کے معاملے میں اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑ لیا ہے؟ ہاں اے محمدؐ! اللہ چاہتا تو جس طرح ان منکرین کے قلوب پر قبول حق کے لیے مہر لگی ہے تمھارے دل کو بھی سر بمہر کر دیتا، مگر یہ اُس کا فضل ہے کہ اُس نے آپ کے قلب کو قبول حق کے لیے کشادہ رکھا ہے۔ اللہ باطل کو مٹاتا اور اپنے استدلال [کلماتِ قرآن] سے حق کو حق ثابت کر دکھاتا ہے۔ وہ دلوں کے سربستہ بھیدوں کو جانتا ہے۔ وہی ہے جو گناہوں کے بعد پلٹ آنے والے بندوں کا پلٹنا [توبہ] قبول کر لیتا ہے اور گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، حالاں کہ لوگوں کے سب کرتوتوں کا اُسے خوب علم ہے۔ وہ نیکوکار مومنین کی دعائیں قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے اُن کو، اُن کی طلب سے زیادہ عطا کر دیتا ہے۔ رہے منکرین، اُن کے لیے تو دردناک سزا ہے۔... [مفہوم آیات ۲۴ تا ۲۶]

دین کی حقیقت کے بعد دنیا کی حقیقت

دین کا واضح تصور پیش کرنے کے بعد سورۃ اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہی ہے، قریش کے سرداروں کو اس حقیر دنیا کی حقیقت سمجھائی جا رہی ہے کہ اس دنیا کے مال و متاع کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ہے، تمھیں کچھ مل گیا ہے [گویا سمندر سے چند قطرے] تو کیوں اکڑ رہے ہو؟ یہاں کسی کو محروم کر کے اور کسی کو دے کر آزمایا جا رہا ہے، دنیا کے وسائل تو بے حد و حساب ہیں جو سارے اللہ کی قدرت میں ہیں، اگر وہ سارے انسانوں کو دے دیتا تو زمین ایک فساد سے دوچار ہو جاتی۔ وہ علیم و حکیم اس زمین پر جاری سسٹم میں ایک حساب سے اپنے بندوں کو رزق مہیا کرتا ہے، تمھیں کسی کو کم یا زیادہ نظر آتا ہے در حقیقت وہ ایک نظام کے تحت ہے، اصل کام یابی اور ناکامی تو آخرت کی ہے، وہ جب چاہے سارے، آسودہ اور ناآسودہ، تونگر اور نادار سب کو اکٹھا کر سکتا ہے۔

اگر اللہ انسانوں کو زمین کے تمام وسائل پر بے حد و حساب Unlimited تصرف دے دیتا تو وہ زمین میں اودھم مچا دیتے، مگر وہ علیم و حکیم ایک حساب سے اپنے بندوں کو رزق مہیا کرتا ہے، جیسا بھی چاہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور اُن کی نگرانی کرنے والا ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جو طویل خشک سالی میں لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد موسلا دھار بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے، پس جان لیا جائے کہ عبادت کے لائق وہی حقیقی کارساز اور قابل تعریف ذات ہے۔ زمین اور آسمانوں کی پیدائش اور اِن کے درمیان جو حیات کا ایک سلسلہ اُس نے پھیلایا ہے، دونوں ہی اُسی ایک لائق عبادت ذات کی اُلوہیت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ وہ جب چاہے انھیں اکٹھا کر سکتا ہے۔.................. [مفہوم آیات ۲۷ تا ۲۹]

سنو! جو بھی مصیبت تم پر آتی ہے، تمھارے اپنے ہی کرتوتوں کے سبب آتی ہے، جب کہ بے شمار خطاؤں کو تو وہ ویسے ہی بغیر سزا دیے نظر انداز کر جاتا ہے۔ تمھاری رعونت اور اللہ سے تمھاری بغاوت تعجب خیز ہے، تم زمین میں اللہ کو عاجز کر دینے والے نہیں ہو [اور نہ ہی آسمانوں میں]، اور اللہ کے مقابلے میں تمھارا کوئی حلیف اور مددگار نہیں ہے۔........................... [مفہوم آیات ۳۰ تا ۳۱]

دور سے اپنی بڑی جسامت کی بنا پر پہاڑوں کی مانند نظر آنے والے، سمندروں میں تیرتے ہوئے دخانی اور بادبانی جہاز اور بڑی بڑی کشتیاں، اللہ کی قدرت اور اُلوہیت پر شاہد ہیں۔ جب بھی اللہ چاہے، ہوا کو روک دے اور یہ جہاز اور کشتیاں پانی کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ کائنات کے اس نظام میں بڑی نشانیاں ہیں، ہر صبر و شکر کرنے والے شخص کے لیے۔ اللہ اگر چاہے تو، اِن جہازوں پر سوار لوگوں کے بہت سے گناہوں کو نظر انداز کرتے

ہوئے، اُن کے صرف چند ہی کرتوتوں کی پاداش میں انھیں ڈبودے تو ہماری آیات کو سن کر کٹ حجتی کرنے والوں کو پتا چل جائے گا کہ ان کے لیے زمین پر کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ .... [مفہوم آیات ۳۲ تا ۳۵]

اسلام کا انسانِ مطلوب، جو نبی ﷺ نے تیار کیا

اب ایک اور انداز سے دین کی طرف بلایا جا رہا ہے اور ساتھ ہی ایمان لانے والوں کو بھی نصیحت ہے کہ اس دین کا جسے محمد ﷺ لے کر آئے ہیں انسانِ مطلوب کیسا ہے۔ اُس انسانِ مطلوب کی سیرت کا پہلا وصف یہ ہے کہ وہ اس چند روزہ فانی دنیا میں ملنے والی ہر چیز، خواہ وہ مال و دولت ہو یا عزت و اقتدار یا صحت و طاقت غرض ہر چیز کو اللہ کی عطا اور منقطع ہو جانے والی فانی نعمتوں کے طور پر جانتا ہے اور اللہ کی رضا اور آخرت کی کام یابیکے مقابلے میں اُن کو انتہائی حقیر سمجھتا ہے۔

اِن آیات میں ایک طرف کفار کو ترغیب ہے کہ ایمان لے آؤ اور تہذیب و اخلاق سے آراستہ گروہ کا حصہ بن جاؤ، اس دین کے متبعین کے گروہ کو دیکھو جس میں داخل ہونا تمھیں ناگوار ہے، ان کی زندگیاں تمھاری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں جنھیں دیکھ کر تم جان سکتے ہو کہ اس عظیم قائد کی رہ نمائی میں کیسے پسندیدہ انسان تیار ہوتے ہیں۔ اگر اس مشاہدے سے بھی تم ہدایت نہ پا سکو تو پھر دنیا میں کوئی چیز تمھیں گم راہی سے نہیں نکال سکتی۔ تمھاری اس روش کی سزا تو پھر یہی مناسب ہے کہ تمھیں اُسی گم راہی میں بھٹکنے دیا جائے جس میں تمھارے آباواجداد صدیوں سے مبتلا تھے، اور قیامت میں تم اُسی انجام سے دوچار کیے جاؤ جو ایسے بدبختوں کے لیے اللہ نے مقدّر کیا ہے۔

اے لوگو! جو کچھ بھی تمھیں اس دنیا میں دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا حقیر سر و سامان ہے، اور جو کچھ آخرت میں اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائے دار بھی، مگر وہ تو صرف اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ایسے مومنین کے لیے ہے جو: بڑے بڑے گناہوں [۴۷] سے بچتے ہیں، اور بے حیائی [۴۸] کے کاموں سے بھی [۴۹]۔

---

۴۷ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، اس کے علاوہ قتل، زنا، والدین کی شدید نافرمانی یا اُن پر ہاتھ اُٹھانا، ڈاکہ اور فساد فی الارض بڑے گناہوں میں شمار ہوتے ہیں [یہ گناہِ کبیرہ کی فقہی تعریف نہیں ہے]

۴۸ دائرہ نکاح سے باہر جنسی لذت اندوزی کا ہر کام بے حیائی ہے، اس کے علاوہ ہر بے جا کام، گناہ اور زیادتی پر اللہ سے اور بندوں سے جھجک بھی حیا ہے اور اس کا نہ ہونا بے حیائی ہے۔

جس پر غصہ آ جائے، اُس کو معاف کر دیتے ہیں۔

جنھوں نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہی ہے [محمد ﷺ کی دعوت پر]۔

خشوع اور خضوع والی نماز کا اہتمام کرتے ہیں۔

اپنا نظام [دینی اور دنیاوی دونوں معاملات] آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔

ہم نے جو بھی مال و متاع دیا ہے اس میں سے اللہ کی خوش نودی کے لیے خرچ [50] کرتے ہیں۔

جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا انتقام لیتے ہیں مگر ہونے والی زیادتی سے بڑھ کر نہیں۔

زیادتی کا بدلہ ویسی ہی زیادتی ہے، لیکن جس نے معاف کیا اور مخالف کی اصلاح کی اُس کا اجر اللہ پر واجب ہے۔ اللہ ظالموں [51] کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو ظلم سہنے کے بعد بدلہ لیں ان کو کوئی الزام نہیں، ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں [52]۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ البتہ انتقام کے بجائے جو شخص صبر سے کام لے اور معاف کر دے [طاقت رکھنے کے باوجود] تو یہ بڑی ہمت و عزیمت کا کام ہے۔ .... [مفہوم آیات ۴۰ تا ۴۳]

---

۴۹ مثلاً زکوٰۃ، رشتہ داروں پر خرچ، عام مخلوق پر صدقہ کرنا، رفاہِ عام کے کام، اسلام کی سربلندی کے لیے اعانت۔

۵۰ یوں تو کبائر اور فواحش دونوں ہی گناہ ہیں لیکن فواحش [مثلاً زنا]، وہ ہیں جن کے لیے جسم میں جنسی داعیہ کی بے اعتدالی زور کرتی ہے، دیگر گناہ مثلاً قتل اور ڈاکہ زنی میں ذاتی انا، خواہشات اور نفسیاتی بیماریاں انسانی ضمیر کو مغلوب کر کے اپنا رنگ دکھاتی، دونوں سے پرہیز کو یک جا بیان کرنے سے انسانی معاشروں میں برائیوں کے دونوں راستوں کے بند ہونے کا اعلان ہے۔

۵۱ زیادتی کرنے والے اور زیادتی کا بدلہ اُن پر ہونے والی زیادتی سے بڑھ کر لینے والے دونوں ہی ظالم ہیں۔

۵۲ جو انسانوں کو اپنے اقتدار اور مقام کے نتیجے میں مغلوب کر لیتے ہیں، اُن کے حقوق ضبط کرتے اور اُن کی عزت اور املاک کو تلف کرتے ہیں اور نت نئے طریقوں سے تشدد کرتے ہیں۔ کسی جانور نے کسی جانور پر اتنا ظلم نہیں کیا جتنا ظلم انسان نے انسان پر کیا ہے، خاص طور پر مذہبی لبادے میں اہلِ مذہب نے دوسرے مذاہب کے لوگوں پر، یا ضدّم ضدّا میں اپنی جہالت کے سبب اپنے ہی ہم مذہبوں پر اور مغربی حکومتوں نے اپنے مخالفین اور جنگی قیدیوں پر۔ انسانوں پر ظلم کا سب سے بڑا 'شاہکار' گوانٹانامو کا قید خانہ ہے جس کے تذکرے سے بھیڑیے شرماتے ہیں۔ اس ظلم کا حساب اللہ ہی لے سکتا ہے، وہ ظالموں کو اپنے دردناک عذاب کی وعید سنا رہا ہے۔

اے نبیؐ! یہ تمھیں جھٹلانے والے، جنھوں نے نہ تمھاری قدر کی اور نہ کتابُ اللہ کی، اِس ناقدری کے سبب اِن کو اللہ نے گم راہی میں پھینک دیا۔ پس اللہ کے بعد اِن کو کوئی سنبھالنے والا نہیں ہے۔ روزِ قیامت تم اِن ظالموں کو دیکھو گے کہ یہ رُسوا کن دردناک عذاب کا قبیح منظر دیکھتے ہی چیخ اُٹھیں گے کہ: کیا تلافی مافات اور ایک اللہ کی بندگی کے لیے اب دنیا میں واپسی کا بھی کوئی ذریعہ ہے؟ تم اِن کو دیکھو گے کہ یہ دوزخ کے سامنے جب لائے جائیں گے تو اِن متکبروں کے سر ذلت سے جھکے ہوئے ہوں گے اور یہ کن انکھیوں سے دیکھتے ہوں گے۔ اِن کی یہ حالتِ زار دیکھ کر اہلِ ایمان کہیں گے کہ فی الواقع ناکام و نامراد یہی ہیں جنھوں نے آج کے دن اپنے آپ کو اور اپنے لوگوں کو خسارے میں ڈالا۔ لوگو! جان لو، خبر دار رہو، ظالم مشرک ہمیشگی کے عذاب میں ہوں گے اور ان کے دوستوں اور ہم دردوں میں سے کوئی نہ ہوگا جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کر سکے۔ پس جسے اللہ گم راہ کر دے تو پھر اُس کے بچاؤ کی کوئی راہ نہیں۔.. [مفہوم آیات ۴۴ تا ۴۶]

اتمامِ حجت کا آغاز

آنے والی آیات ایک طرح سے سورہ کا حاصل ہیں۔ قرآن کا یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اہلِ مکہ پر اتمامِ حجت کے اعلان کا آغاز ہو رہا ہے۔ اسی لیے یہی اس باب کا عنوان ہے۔

لوگو! اپنے رب کی طرف دعوت کو قبول کر لو، اس سے پہلے کہ قیامت کا وہ دن آجائے جس کے ٹلنے کی اللہ نے کوئی صورت نہیں رکھی ہے۔ اُس دن وہاں تمھارے لیے انجامِ بد سے بچنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی اور نہ کوئی تمھاری بد حالی کو دور کرنے کی کوشش کرنے والا ہوگا۔ اے نبیؐ! اب اگر اس ساری نصیحت کے باوجود یہ لوگ بات نہیں مانتے تو ہم نے تم کو اُن پر داروغہ نہیں بنایا ہے۔ تمھاری ذمہ داری تو صرف دعوت پہنچا دینے کی ہے۔ انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اسے اپنی رحمت سے جسمانی صحت، رزق کی فراوانی اور عزت و مقام سے نوازتے ہیں تو یہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر یہ اپنے ہی اعمال کے وبال میں آکر کسی مصیبت میں پھنس جائے تو سخت ناشکرا بن جاتا ہے۔ [مفہوم آیات ۴۷ تا ۴۸] لوگو ذرا غور کرو! آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا مالک صرف اللہ ہی ہے، تمھارے بستروں پر جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹے، جسے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے دونوں سے محروم، بے اولاد رکھتا ہے۔ وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔ ....
.... [مفہوم آیات ۴۹ تا ۵۰]

اللہ تعالیٰ سے بے حجاب کلام کسی بھی انسان کے لیے ممکن نہیں

اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک وضاحت : پہلی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے روبرو بے حجاب کلام کرنے کے مدعی نہیں ہیں، بلکہ جن تین طریقوں سے تمام انبیاء اللہ سے رابطے میں رہے ہیں وہی طریقے اللہ نے آپ ﷺ کے لیے بھی اختیار کیے۔ ایک وحی، دوسرے پردے کے پیچھے سے آواز، اور تیسرے فرشتے کے ذریعہ سے پیغام۔ یہ وضاحت اس لیے کی گئی کہ مخالفین یہ الزام تراشی نہ کرسکیں کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے روبرو کلام کرنے کا دعویٰ کررہے ہیں، نادانی سے بعض لوگ سُوۡرَۃُ الشُّوۡرٰی کی اس آیۃ کے بارے میں کہتے ہیں کہ: یہاں بے حجاب کلام کی نفی ہے نہ کہ بے حجاب مشاہدے کی، کیا خوب استدلال ہے! بے حجاب کلام کے لیے ضروری ہے کہ بے حجاب مشاہدہ بھی ہو۔ اس بات کی نفی تو خود قرآن نے کی ہے: لَّا تُدۡرِكُهُ ٱلۡأَبۡصَٰرُ وَهُوَ يُدۡرِكُ ٱلۡأَبۡصَٰرَ (الانعام، ۶: ۱۰۳) ۔ دوسری بات یہ کہ محمد ﷺ کا اپنی زندگی کے قبلِ نبوت ابتدائی چالیس برسوں میں "کتاب" کے تصور اور ایمان کے مسائل و مباحث سے کاملاً نا آشنا رہنا، اور پھر وحی الٰہی کے بعد ایک دن اِن دونوں چیزوں کو لے کر دنیا کے سامنے آجانا، اس بات کی شہادت ہے کہ یہ کسی قبلِ نبوت منصوبہ بندی کا شاخسانہ نہیں بلکہ حقیقتاً اللہ کی جانب سے نبوت اور نزولِ کتاب کا نتیجہ ہے۔ جن لوگوں کے سامنے آپ ﷺ کی زندگی کے چالیس برسوں کے شب و روز گزرے تھے اُن میں سے کسی کو قرآن کے اس استدلال سے مجالِ انکار نہیں تھا۔

> کسی بھی بشر کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ اللہ اس سے آمنے سامنے کلام کرے [۵۳]۔ اُس کی گفتگو یا تو وحی

---

۵۳ بشر/انسان اپنی تخلیق کے مطابق اتنا ضعیف ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ گفتگو ممکن ہی نہیں ہے۔ قرآن کی اس آیت کی رو سے کسی بھی انسان کے بارے میں کسی کا بھی یہ دعویٰ کہ اللہ سے بغیر کسی حجاب کے بالمشافہ گفتگو کی، محض جھوٹ ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے اپنے کلام/رابطے کے تین طریقے بیان فرمائے ہیں:
۱۔وحی (قلب/فکر و ذہن میں القاء) کے ذریعے **۲۔یا پردے کی اوٹ سے** جیسا کہ موسیٰ بن عمرانؑ کو شرفِ کلام حاصل ہوا **۳۔ کسی فرشتے کے واسطے سے** اور وہ فرشتہ اپنی خواہش پر نہیں بلکہ اپنے رب کے حکم سے وحی القا کرتا ہے؛ قرآن میں دیگر مقامات پر رابطے کے دو اور ذریعے مذکور ہیں جیسے انسانی شکل میں فرشتے پیغام لائیں، جیسا کہ ابراہیم، لوط اور مریم علیہم السلام کی جانب اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتے بھیجے۔ دوسرا طریقہ خواب

(اشارے) کے ذریعے ہوتی ہے، یا پردے کی اوٹ سے، یا پھر کسی فرشتے کے واسطے سے اور فرشتہ اللہ کے اذن سے بس وہی کچھ وحی کرتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔وہ بلند و برتر بڑی حکمت والا ہے۔اور اسی طور سے اے محمدؐ، اپنے حکم سے ایک روح [54] ہم نے تمھاری طرف وحی کی ہے۔اس وحی سے پہلے تم کچھ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے، مگر اس وحی کو ہم نے ایک نور بنا دیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت یاب کرتے ہیں۔بلاشبہ تم لوگوں کی سیدھے راستے کی جانب رہ نمائی کر رہے ہو، اُس اللہ کے راستے کی جانب جو زمین اور آسمانوں میں موجود ہر چیز کا مالک ہے۔جان لو کہ سارے معاملات کے فیصلے اللہ ہی کی طرف پلٹتے ہیں۔......

[مفہوم آیات ۵۱ تا ۵۳]..

☆☆☆☆☆

کا ہے، جیسا کہ ابراہیمؑ نے خواب میں بیٹے کی قربانی کی ہدایت پائی یا بدر کے موقع پر نبی ﷺ نے۔

۵۴ یہ وحی، یہ قرآن نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے بمنزلہ روحِ زندگی ہے۔